ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

۱۳ ذیقعدہ ۱۲ جنوری
۱۳۹۰ھ ۱۹۷۱ء

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور
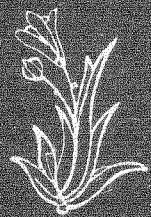
مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

۱۷ ذیقعدہ ۱۵ جنوری
۱۳۹۰ھ ۱۹۷۱ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کو جنت میں ایک کوڑے کی جگہ مل جانا، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے، سب سے بہتر ہے اور شام کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) جانا، یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے، سب سے بہتر ہے (اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ فِيْهِ اُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے، کہ ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا، ایک مہینہ کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے، اور اگر اسی حالت میں وہ مرگیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لئے جاری رہیں گے اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا۔ اور فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤَمَّنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر میت کا عمل موت سے ختم کر دیا جاتا ہے مگر جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سرحد اسلام کی حفاظت کر رہا ہے، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنا، دوسرے کاموں میں ہزار دن لگے رہنے سے افضل ہے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَاِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ فَهُوَ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرْجِعَهٗ اِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيْحُهٗ رِيْحُ مِسْكٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنْ يَّشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَبَدًا، وَلٰكِنْ لَا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ۔ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهٗ۔
"اَلْكَلْمُ": اَلْجُرْحُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص میرے راستے میں جہاد کرنے اور صرف مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے اپنے گھر سے نکلا ہو تو خدا تعالیٰ اس کا ضامن ہے یا اس کو جنت میں داخل کر دے گا (اگر وہ شہید ہوگیا) یا اس کو مکان کی طرف جس سے وہ جہاد کے لئے نکلا ہے کامیاب واپس پہنچا دوں گا۔ ثواب کے ساتھ یا غنیمت کے ساتھ، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ وہ کوئی زخم خدا کے راستہ میں نہیں کھائے گا، مگر قیامت کے دن اس کو اس حالت میں لیکر حاضر ہوگا، جیسا زخم کھانے کے وقت تھا اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا، اور بو مشک کی ہوگی، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں مسلمانوں پر گرانی محسوس نہ کرتا، تو میں کسی لشکر سے جو جہاد کر رہا ہے کبھی پیچھے نہ رہتا، لیکن نہ میں خود اتنی وسعت پاتا ہوں، کہ سب کو سواری دوں، اور نہ مسلمانوں ہی میں اتنی وسعت ہے اور یہ ان پر گراں ہے کہ میں جہاد پر چلا جاؤں اور وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بے شک میں تمنا رکھتا ہوں، کہ خدا کے راستہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید ہو جاؤں، اور پھر جہاد کروں، اور شہید ہو جاؤں (مسلم) امام بخاری نے اس حدیث کے بعض حصہ کو ذکر کیا ہے۔

"الکلم" بمعنے زخم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۸ ذی قعد ۱۳۹۰ھ
۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶
شمارہ ۳۳

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

نگرانِ اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی

مرزائیوں کی سیاسی جماعت سے وابستگی!

مرزائیوں کے لئے تبلیغ مذہب کے نام پر زرِ مبادلہ کی ادائیگی بند کر دی جائے!

مرزا ناصر احمد امیر جماعت احمدیہ پاکستان نے اپنے سالانہ جلسہ ربوہ سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کی جماعت نے حالیہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کی باقاعدہ حمایت کی تھی۔

علاوہ ازیں ضلع لائلپور کے امیر جماعت احمدیہ مسٹر محمد احمد ایڈووکیٹ نے بھی ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ ان کی جماعت نے کونسل مسلم لیگ سے سیاسی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مسٹر دولتانہ نے ہماری پیشکش مسترد کر کے مایوس کر دیا۔ چنانچہ ہم نے پیپلز پارٹی سے باقاعدہ سیاسی معاہدہ کر لیا جس کے نتیجہ میں ہماری جماعت کے پانچ افراد صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ ضلع لائلپور نے اپنے بیان میں اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کی جماعت کا کوئی رکن قومی اسمبلی کا رکن منتخب نہیں ہوا ہے۔

ہماری ملکی تاریخ کا یہ پہلا موقع ہے کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ اور اس جماعت کے دیگر عہدہ داروں نے واضح لفظوں میں اپنی جماعت کے سیاسی ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ورنہ علماء کرام اور دیگر اسلامی رہنما جب مرزائیت کے بارے میں اس حقیقت کا اظہار کرتے تھے کہ یہ ایک ایسی سیاسی تحریک ہے، جو انگریزوں کے اشارۂ ابرو پر ان کے مخصوص مفادات کے تحفظ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کی عقیدت بھری وابستگی ختم کرنے کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہے تو مرزائیوں کے تمام رہنما اس بات کی تردید کیا کرتے تھے، اور اپنے آپ کو خالص مذہبی تحریک قرار دینے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

احمدی جماعت کے ان رہنماؤں کے اعترافِ حقیقت کے بعد قادیانی تحریک کی سیاسی حیثیت کے بارے میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

امیر جماعت احمدیہ کے اعترافِ حقیقت کے بعد اب حکومتِ پاکستان کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ دوسری سیاسی جماعتوں جیسا سلوک کرے اور اپنے آپ کو مذہبی و تبلیغی جماعت ظاہر کر کے لاکھوں روپیہ کا جو زرِ مبادلہ بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے نام پر حاصل کر رہی ہے اسے بند کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ جماعت اسلام کے نام پر اپنی سیاسی آباد کاری کر رہی ہے۔

آخر یہ کیسا انصاف ہے کہ ایک جماعت اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک خصوصاً افریقہ میں اسلام کے مقدس نام پر اور مذہبی لبادہ اوڑھ کر اپنی سیاسی آباد کاری کرتی رہے اور اس کے لئے پاکستان کے عوام اختلاف عقائد و نظریات کے باوجود ان کے لئے کثیر زرِ مبادلہ مہیا کرتے رہیں۔

اگر جماعت احمدیہ کے ساتھ یہ خصوصی سلوک روا ہے تو اس کی پشت پناہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ دوسری جماعتوں کا کیا قصور ہے؟ انہیں بھی تبلیغ کے نام پر دوسرے ممالک میں سیاسی آباد کاری کے لئے زرِ مبادلہ مہیا ہونا چاہیے۔

ہمارا خیال ہے کہ امیر جماعت احمدیہ اور دیگر مرزائی رہنماؤں کے تازہ بیانات اور اپنی سیاسی حیثیت کے اعتراف کے بعد اب اس سیاسی جماعت کے ساتھ مذہبی فرقہ یا تبلیغی جماعت کا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح یکساں سلوک روا رکھا جائیگا۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ حکومت مذہب اور تبلیغ کے مقدس نام پر ایک خاص سیاسی جماعت کو خاص تحفظ دے رہی ہے۔

برطانوی اخبار کی گستاخی

پاکستان بھر میں برطانوی اخبار کے اس اشتعال انگیز اقدام کے خلاف سخت احتجاج ہوا ہے۔ جس میں اس نے حضرت رسول آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے خلاف انتہائی گستاخانہ اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔

کچھ عرصہ سے برطانوی اور امریکی اخبارات و رسائل اور مصنفین نے پورے التزام اور تواتر کے ساتھ اس قسم کی نازیبا حرکات شروع کر رکھی ہیں۔ نامعلوم برطانیہ اور امریکہ میں ہی اس کا ارتکاب کیوں ہو رہا ہے؟

اس کے پس منظر یہودی اخبارنویسو اور وہاں کے سرمایہ داروں کا گہرا ہاتھ معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے فلسطین پر قبضہ کرنے کے بعد نشۂ اقتدار میں بدمست ہو کر اسرائیل اور اس کے باہر اہلِ اسلام کے جذبات کو مجروح کرنے کا منظم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

اس گستاخانہ اور اشتعال انگیز اقدام کے خلاف دنیائے اسلام میں ہی احتجاج نہیں ہوا ہے بلکہ دنیا کے تمام امن پسند اور شریف انسان اس قسم کی حرکات کی مذمت کر رہے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں، کہ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے تقدس کے ساتھ ساتھ دیگر تمام مذاہب کے پیشواؤں کا بھی احترام ضروری ہے تاکہ انسانی شرافت کی قدریں زندہ رہیں اور دنیا کے مذاہب کے پیشواؤں کی عزت و عظمت شایانِ شان طریق سے قائم رہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے سامنے پاکستان کے حالیہ انتخابات میں کامیاب ہونے والی پیپلز پارٹی کے منشور کے مندرجات ہیں۔ جس میں اس پارٹی کی طرف سے پاکستان کے تمام باشندوں کے جذبات کا احترام کرنے اور آزادیٔ تحریر کی ضمانت دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:۔

"پاکستان میں شائع ہونے والی کسی کتاب کو صرف اس لئے ضبط نہیں کیا جائے گا کہ اس کے مندرجات قابلِ اعتراض یا اشتعال انگیز ہیں"۔

سوال یہ ہے اگر پاکستان کی ایک مسلم جماعت کا منشور یہ ہو اور وہ اپنے لئے یہ مؤقف اختیار کر رہی ہو تو دوسروں سے یہ مطالبہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ان کی قابل اعتراض تحریروں پر کسی نوعیت کی پابندی عائد کر دی جائے۔

پاکستان ایک مسلم ریاست ہے یہاں کے باشندے اگر (نعوذ باللہ) رحمت دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) یا آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آلِ رسول کی ذاتِ اقدس کے بارے میں قابل اعتراض تحریروں کو خلافِ قانون قرار نہیں دیں گے تو بیرونی ممالک کے غیرمسلم اخبارنویسوں سے یہ کیونکر توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اسی ملک کے شہریوں کے مطالبہ پر کان دھریں گے؟

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو اپنے منشور کے مندرجات میں ترمیم کر کے دشمنانِ اسلام کا منہ بند کر دینا چاہیئے۔ اور برطانیہ یا امریکہ کے اخبارات و رسائل جو اشتعال انگیز اقدام کر رہے ہیں، ان کی حرکات کے خلاف پوری شدّت کے ساتھ احتجاج کرنا چاہیے۔

بقیہ: سلام ہو ان طلباء پر . . . .

تھی کہ مغربی مورچوں کے دو سپاہی جو محقق۔ عالم اور معلم کا روپ دھار کر سامنے آئے اسی عقیدت محبت اور وفاداری پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ آج یہ کام مغرب کے مؤرخوں اور اخبار نویسوں کے سپرد ہوا اور "آزادیٔ اظہار" کے نام سے اس مورچے کو پوری طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔

آج بھی مشرق اور مغرب کی پرانی جنگ جاری ہے۔ چند صدی پہلے یہ جنگ مشرق پر مغرب کے حملے کی صورت میں شروع ہوئی تھی۔ آج مشرق ان حملہ آوروں کے اثرات کو مٹانے اور اپنے آپ کو بارِ دگر دریافت کرنے کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس جنگ کا ہر مورچہ آتش بہ پیراہن ہے۔ عرب ممالک مغربی سامراج کے سب سے بڑے ایجنٹ اسرائیل کے خلاف جہد آزما ہیں۔ دوسری قومیں اپنے اپنے دائرے میں مغرب کی اقتصادی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوتے ہیں۔ قدرتی طور پر مغرب کا وہ مورچہ جو نظریات کو کمزور کرنے کے لئے پندرھویں صدی عیسوی میں قائم ہوا تھا، آج بھی فعال ہے۔ اس لئے لاہور کے طالب علم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے مغربی "علماء" کے خلاف سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو ان کا نعرہ مغربی سامراج کے خلاف ہوتا ہے وہ اس ہرزہ سرائی کو "علمی تحقیق" اور "عالمانہ کارنامہ" تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ مورچہ بند کیا جائے۔ اور ہماری آزاد ریاستیں اس مورچے کو بند کرنے کے لئے برطانیہ، امریکہ اور دوسرے مغربی سامراج ممالک پر دباؤ ڈالیں۔ ناموس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پرچم لے کر میدان جہاد میں اترنے والے طلبہ کو سلام ہو جو اس پوشیدہ و ملفوف اور انتہائی طور پر غیرشریفانہ جارحیت کی مذمت کرتے ہیں اور اس طرح مغربی اقوام پر ثابت کر دیتے ہیں کہ وہ ان کی ہر ترکیب اور جارحانہ اقدام سے باخبر اور ان کے خلاف نبرد آزما ہونے پر تیار ہیں۔

اس سلسلے میں "رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف" کا سہارا لے کر یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ دوسرے دن طلبہ کا جوش و جذبہ اتنا پُرامن نہ رہ سکا جتنا پہلے دن تھا۔ کچھ عناصر شامل ہو گئے ہوں گے یا اشتعال کی کوئی دوسری صورتیں پیدا ہوتی ہوں گی۔ بہرحال ہوا یہ کہ سامراج کے اس لاتی مورچے کے خلاف اظہار نفرت نے تشدد پسندانہ صورت اختیار کر لی اور برٹش انفرمیشن لائبریری کو آگ لگا دی گئی۔ یہ ایک خوبصورت جذبے کے اظہار کا نامناسب طریقہ تھا جو اگر نہ ہوتا تو احتجاج جذبے ہی کی طرح پسندیدہ اور خوبصورت رہتا۔ یہ بھولنا ہمارے لئے مناسب نہ ہوگا کہ امن و امان کو برقرار رکھنا اور امن عامہ کی حفاظت کرنا صرف حکومت ہی کی نہیں ہر آزاد شہری کی ذمہ داری بھی ہے اور ہر آزاد شہری اس کے لئے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔

سلام ہو ان طلبہ پر جو ناموسِ پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حفاظت کے لئے سڑکوں پر نکل آئے

احسان۔ بی اے

برطانیہ کے علمی حلقوں نے ایک دفعہ پھر اپنی دیرینہ جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اور ایک دفعہ پھر علم کے نام پر انتہائی لاعلمی اور شدید بے خبری کا مظاہرہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات قدسی صفات کے متعلق دریدہ دہنی کی ہے۔ اس دفعہ اس کا احمقانہ اور غیر شریفانہ عنوان " ٹرکش آرٹ آف لو ان پکچرز" ہے۔ جسے اخباری اطلاعات کے مطابق پنہاس بن تاہم نامی کسی برطانوی مصنف نے لکھا اور برطانیہ کے ایک ناشر نز بکس لمیٹڈ نے شائع کی ہے۔ اخباری اطلاعات میں بتایا گیا تھا کہ اس کتاب میں بارہ صفحات پر مشتمل ایک باب ایسا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر رکیک حملے کئے گئے۔

ان اطلاعات نے قدرتی طور پر لاہور میں بے چینی کی لہر پیدا کر دی۔ اور لاہور کا عصبی مرکز جسے ہم طلباء کی برادری کے نام سے پہچانتے ہیں جھنجھنا اُٹھا۔ معروف طالب عالم رہنما جہانگیر بدر بجلی کی رو کی طرح مختلف کالجوں کی کلاسوں میں دوڑ گئے اور طلبائے لاہور کا ایک بڑا حصہ آن واحد میں سڑکوں پر آ گیا۔ ناموسِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کی ذمہ داری ہمیشہ سے نوجوان طبقے کے سر رہی ہے اور ہر نسل کے نوجوانوں نے اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ نئی نسل اس باب میں کسی سے پیچھے نہیں۔ طلباء کا یہ سیلِ رواں نئے برطانوی محقق کی نئی جہالت کی مذمت کرتا ہوا شارع قائداعظم پر تقریباً تین گھنٹوں تک بہتا رہا۔ چوک شہداء پر فاتحہ خوانی کی گئی۔ مختلف مقامات پر تقریریں ہوئیں۔ برطانوی ثقافتی مرکز پر مظاہرہ ہوا اور اسمبلی ہال کے سامنے تقریروں کے بعد یہ جلوس منتشر ہو گیا۔ طلبا نے جو مطالبے کئے ان میں ایک یہ بھی شامل ہے کہ برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ دل آزار کتاب ضبط کرکے اپنی شرافت کا ثبوت دے۔ پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدوں سے نکلے جلوس انتہائی پُر امن تھا۔

اس جلوس کی وجہ سے برطانیہ ایک بار پھر لاہور کے ہر گھر میں بدنام ہوا اور پرانے اور نئے لوگوں کو برطانوی سامراج کی بہت سی برکات یاد آئیں۔ بہت کم لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ پندرھویں صدی عیسوی تک ملت اسلامیہ مغربی اقوام اور مشرق کی دولت کے درمیان ہمالیہ بن کر کھڑی رہی اور یہ قومیں تجارت کے نام پر مشرق کی دولت کو استحصال بالجبر کے نظام میں جکڑنے سے قاصر رہیں جب یہ ہمالیہ اپنے اندر پیدا ہونے والے زلزلوں اور آتش فشانوں سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور مغربی اقوام کو اس دڑاڑوں میں سے گزر کر مشرق کے مختلف علاقوں میں سرایت کر جانے کا موقع ملا تو مشرق پر وہ قیامت ٹوٹ پڑی جس کی عمر تین صدیوں سے زائد ہے ان صدیوں میں انسانیت کے خلاف ہر وہ ظلم ہوا جسے دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی ضابطۂ اخلاق جائز اور درست نہیں سمجھتا۔ افریقہ کے ساحلی علاقوں پر سے انسانوں کو جانوروں کی طرح پکڑا گیا۔ اور لکڑی کے پنجروں میں بند کرکے جہازوں پر لادا اور مغربی اقوام کی نوآبادی امریکہ میں بھیج دیا گیا۔ اس بات کا کہیں کوئی حساب نہیں اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ ان " کالے غلاموں" میں کتنے زندہ سلامت امریکہ پہنچتے تھے۔ اور کتنے اس غیر انسانی بربریت کا شکار ہو جاتے تھے۔ جسے مغربی تہذیب تجارت کا نام دیتی تھی۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آج کے امیر کبیر امریکہ کا مستحکم اقتصادی ڈھانچہ ان "کالوں" کے خون اور پسینے پر استوار ہے اور یہ "کالے امریکہ میں دوسرے درجے کے شہری ہیں۔ یہ امت اسلامیہ کے کٹنے اور مغربی اقوام کے راستے سے ہٹنے کا ایک بین الاقوامی نتیجہ تھا۔

دوسرا نتیجہ یہ تھا کہ یہ اقوام اپنے مؤثر تر ہتھیاروں اور تیز تر ذرائع مواصلات کی مدد سے ٹڈی دل کی طرح پورے مشرق پر چھا گئیں۔ مغرب سے مشرق میں داخل ہونے کی آسان ترین آبی شاہ راہ اس وقت بھی بحیرہ روم تھی۔ آج بھی یہی ہے۔ اس وقت بھی مشرق میں داخل ہونے کی پہلی دہلیز مصر تھا۔ آج بھی پورٹ سعید اسی دہلیز کا نام ہے۔ مغربی اقوام نے اس دہلیز سے لے کر مشرق بعید کے آخری کنارے شنگھائی تک تگ و تاز کی اور دنیا کے اس زرخیز ترین پیداواری اعتبار سے دنیا کے اہم ترین حصے کو چاٹنا شروع کیا۔ ٹڈی دل اور مغربی اقوام کی اس یلغار کے درمیان فرق صرف یہ تھا کہ ٹڈی دل اپنی تباہ کن طاقتوں کو منظم کرکے ان کا کوئی عنوان تجویز نہیں کرتا۔ مغربی اقوام کے ٹڈی دل نے اپنے تباہ کن استحصال کو تجارت کا نام دیا اور اس کی حفاظت کرنے والے نظام کو نوآبادیاتی نظام حکومت کے نام سے منظم کیا لیکن ان بڑی بڑی اصطلاحات کے باوجود دونوں کے طریق عمل اور اس طریق عمل کے نتائج میں کوئی فرق نہیں۔ ٹڈی دل جب اپنے صحراؤں کی طرف واپس جاتا ہے تو اُس کے باقیات میں بھوک۔ قحط۔ لامحدود عسرت اور غریبی۔ اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے پیچ در پیچ مسائل ہوئے ہیں۔ مغربی اقوام کا ٹڈی دل اپنی واپسی کے بعد اس سے کچھ مختلف چیزیں چھوڑ کر نہیں گیا۔

لاہور کو یاد ہے کہ اس ٹڈی دل نے اپنی ملفوف، بربریت اور پوشیدہ جارحیت کو آگے بڑھانے کے لئے لاتعداد مورچے قائم کئے تھے۔ ان میں سے ایک مورچہ "علمی تحقیق" بھی ہے۔ اس مورچے میں بیٹھ کر مغربی اقوام نے مشرقی اقوام کی نظریاتی بنیادوں پر حملے کیے۔ سب سے زیادہ فعال اور پہلو میں کھٹکنے والی قوم ملت اسلامیہ ہی تھی۔ اس لیے اس کی بنیادیں ان اقوام کا پہلا ہدف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مسلمانوں کی ناقابل تسخیر اور غیر فانی محبت اور اس ذات اکمل و اطہر کے ساتھ غیر مشروط اور غیر متزلزل وفاداری اس ملت کی بنیادی روح ہے یہی وجہ

(باقی صہ ۲ پر)

خلافتِ الٰہی کے منصب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

پہلا خطبۂ سلطنت

سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

فتح مکّہ کے بعد جب امن قائم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اونٹنی پر سوار ہو کر سات طواف کئے۔ طواف کے بعد حضورؐ نے حاجب کعبہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی اس سے لی اور اندر داخل ہوئے حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔ کعبہ میں داخل ہوتے ہی لکڑی کا ایک کبوتر بنا ہوا دیکھا آپ نے اُسے توڑ کر باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہاں جتنی تصویریں تھیں انہیں مٹانے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے اندر جا کر سب تصویریں مٹا دیں۔ کعبہ میں جتنے بت رکھے ہوئے تھے وہ بھی تمام تڑوا دیئے۔ بخاریؒ کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آپؐ نے تکبیریں کہیں اور باہر تشریف لائے۔ تمام اسلامی لشکر اور کفار قریش باہر جمع تھے۔ آپ نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک عدیم المثال خطبہ پڑھا جس کا خطاب صرف اہلِ مکّہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا۔

آپ نے فرمایا (ترجمہ) ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے تمام لشکروں کو شکست دی۔ ہاں مفاخر، تمام انتقام، پرانے خون بہا، سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

یَا مَعْشَرَ قُرَیْش! (اے قوم قریش) اب جاہلیت کا غرور اور حسب و نسب کا افتخار خدا تعالےٰ نے دور کر دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

پھر قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لو لیکن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ بے شک خدا دانا اور واقف کار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ عقائد و اعمال کا اصل الاصول ہے اور دعوت اسلام کا اصلی پیغام ہے مولانا شبلیؒ اس کے اصولی مطالب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تو اس کے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پا جاتا تھا۔ یعنی اگر اس وقت قاتل ہاتھ نہ آسکا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھا جاتا اور سینکڑوں برس گزرنے کے بعد انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اس کے خاندان یا قبیلہ کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اسی طرح خون بہا کا مطالبہ بھی ورثے میں چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی اس طرح اور بہت سی لغو باتیں مفاخر قومی میں داخل ہو گئی تھیں۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا۔ اور اس بناء پر آپ نے اس طریق انتقام خون بہا اور تمام غلط مفاخر کی نسبت فرمایا کہ "میں نے ان کو پاؤں سے کچل دیا"

اسلام کا سب سے بڑا احسان مساوات عام کا قیام ہے۔

"اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اس نے تمام دنیا پر کیا۔ مساواتِ عام کا قیام تھا، یعنی عرب و عجم شریف و رذیل، شاہ و گدا سب برابر ہیں ہر شخص ترقی کر کے انتہائی درجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور پھر توضیح فرمائی کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے"۔

خطبہ کے بعد آپؐ نے مجمع کی جانب نظر اٹھائی۔ تمام وہ قریش سامنے کھڑے تھے۔ جو آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو شدید تکالیف پہنچا چکے۔ جنہوں نے ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تھا۔ جنہوں نے آپ کے قتل کی سازش کر کے آپ کے گھر کے اردگرد گھیرا ڈالا تھا۔ جنہوں نے آپ کو مکے سے نکالا تھا۔ جنہوں نے مدینے میں بھی چین نہ لینے دیا تھا اور برابر فوجیں لے کر اس عزم کے ساتھ چڑھائی کرتے رہے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ہی واپس آئیں گے۔ اب وہ لوگ آپ کے سامنے قیدی بنے نگاہیں جھکائے کھڑے تھے۔ ان کے گذشتہ اعمال ان کی آنکھوں کے سامنے گردش کر رہے تھے اور وہ سوچ رہے تھے کہ نہ معلوم بارگاہِ رسالت سے ان کے لئے کیا حکم صادر ہونے والا ہے کہ یکایک آپ نے بلند آواز میں فرمایا یَا مَعْشَر قریش ما ترون انی فاعلٌ بکم (اے گروہ قریش تمہیں کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں)

یہ لوگ اس آواز کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکے کہ "خیرًا۔ اخٍ کریم و ابن اخٍ کریم" ہم آپ سے بھلائی ہی کی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں یہ سن کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا کہ میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا جاؤ! تم سب کے سب آزاد ہو۔ اب تم پر کوئی الزام نہیں"۔

(باقی ص[illegible] پر)

قرآن و حدیث کے سلسلہ میں

مسلمانوں کے علمی کارنامے

محمد حفیظ اللہ پھلواری

عثمانی ترکوں کے عہد میں تفسیریں

سلطان محمد خاں فاتح کے حکم سے شیخ علاؤ الدین علی بن محمد شاہرودی بسطامی (متوفی ۸۷۵ھ) نے فارسی میں ایک تفسیر لکھی جس کا نام "محمدیہ" ہے، دوسری تفسیر کا نام "ملتقی البحرین" ہے۔

امام شیخ یوسف دمشقی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے سلطان مراد خاں رابع کی فرمائش سے ترکی زبان میں ایک تفسیر "اسلہ" کے نام سے لکھی۔ جناب شیخ احمد بن یوسف کے پاس یہ تفسیر پہنچی تو انہوں نے اس پر اعتراضات لکھے۔ سلطان نے فیصلہ کے لئے شیخ یحییٰ آفندی مفتی کے پاس بھیجی۔ مفتی نے اکثر مسائل میں امام سے اتفاق کیا۔ سلطان نے امام کو قاضی عسکر بنا دیا۔ (تاریخ التفسیر)

شیخ الاسلام مفتی الانام ابو السعود بن بن محمد عمادی حنفی (متوفی ۹۸۲ھ) نے (ارشاد العقل السلیم) کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور اپنے بیٹے کی معرفت سلطان سلیمان خاں کو بھیجی۔ سلطان نے دروازے تک استقبال کیا اور مصنف کو مالا مال کر دیا۔ یہ نہایت عمدہ اور معتبر تفسیر ہے۔ اسی وجہ سے مصنف کو "خطیب المفسرین" کہتے ہیں۔ 'بیضاوی' و 'کشاف' کے بعد کوئی تفسیر اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچی۔

محمد بن بدر الدین صادو خانی (لقب منشی) (متوفی ۱۰۰۱ھ) نے "تفسیر منشی" تصنیف کی اور سلطان مراد خاں ثالث کو بھیجی۔ سلطان نے ان کو "شیخ الحرم" مقرر کیا۔ (تاریخ التفسیر)

سلطان عبدالمجید خاں کے عہد میں مشہور بغدادی عالم علامہ شہاب محمد آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) کی مشہور تفسیر "روح المعانی" کے نام سے دس جلدوں میں شائع ہوئی۔

ہسپانیہ میں تفسیریں

ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد (متوفی ۲۷۶ھ) کی تفسیر قرآن علامہ مقری کے بیان کے مطابق بلا استثنا بے نظیر ہے۔ اسلام میں ایسی تفسیر کبھی نہیں لکھی گئی۔ (نفح الطیب)

امام العالم الزاہد ابو محمد مکی بن ابو طالب القرطبی (متوفی ۴۳۷ھ) کی تفسیر "کتاب الہدایہ الیٰ بلوغ النہایہ" ہے جس کی دس جلدیں ہیں۔ ایک تفسیر اعراب القرآن میں بھی ہے۔

محمد بن عطیۃ الغرناطی (متوفی ۵۴۲ھ) کی تفسیر قرآن مجید ایسی مشہور ہے، کہ بقول علامہ مقری اس کا غلغلہ مشرق و مغرب میں ہے (نفح الطیب)

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر فرح انصاری خزرجی قرطبی مالکی (متوفی ۶۷۱ھ) کی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے۔ بارہ مجلدات پر مشتمل ہے اور ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبہ تفسیر ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی)

ابو حیان اثیر الدین اندلسی الغرناطی (متوفی ۷۴۵ھ) نے مستند و معتمد تفسیر "البحر المحیط" دس جلدوں میں لکھی۔

ہندوستان میں تفسیریں

ایک عراقی صاحب علم جن کی تعلیم و تربیت اور پرورش بچپن سے منصورہ (سندھ) میں ہوئی تھی۔ اس لئے عربی کے ساتھ سندھی زبان پر بخوبی عبور تھا۔ ۲۷۰ھ میں 'ارور' (الور) کے راجہ نے امیر منصورہ سے اسلام کی حقیقت سمجھنے کے لئے جب ایک شخص کی استدعا کی تو امیر نے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ آپ نے سندھی میں عقائد اسلام کو نظم کر کے راجہ کے پاس بھیج دیا۔ جس کو اس نے بہت پسند کیا پھر حسب طلب یہ خود اس کے دربار میں پہنچے تو اس کو باقاعدہ قرآن کا ترجمہ سندھی زبان میں پڑھایا اور اس کی فرمائش سے قرآن کا ترجمہ (بالتفسیر) سندھی زبان میں تحریر کیا۔ اور یہ مسلمانوں کی پہلی تصنیف سندھی زبان میں ہے اور ہندوستان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ بھی یہی تھا۔ (عجائب الہند، بحوالہ تاریخ سندھ، از مولانا سید ابو ظفر ندوی ۳۵۷ھ)

شیخ علی بن احمد مہائمی (متوفی ۸۳۵ھ) کی عربی تفسیر "تبصیر الرحمٰن" ہے جس میں آیات کے ربط کو اجاگر کیا گیا ہے (نزہۃ الخواطر)

سلطان فیروز شاہ تغلق (۷۵۲-۷۹۰ھ) کے امراء میں امیر تاتارخاں بڑا عالم تھا اس نے ایک تفسیر لکھی۔ جس میں خلافیات کو بہ تفصیل بیان کیا تھا۔ شمس سراج عفیف لکھتا ہے:۔

"تاتارخاں کی صحبت میں ہمیشہ علماء اور مشائخ رہے۔ "تفسیر تاتارخانی" جو دنیا میں مشہور ہے وہ اسی کی لکھی ہوئی ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب اس نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے ہر قسم کی تفسیریں جمع کیں اور علماء کے سامنے مفسروں کے اختلافات کو جمع کر کے یکجا کیا اور بڑی تندہی سے یہ تفسیر مرتب کی۔ جابجا تفسیروں کا حوالہ بھی دیا۔ کتاب ختم ہونے کے بعد اس کا نام "تفسیر تاتارخانی" لکھا۔

(تاریخ فیروز شاہی بحوالہ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے)

ابوالفیض فیضی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے شہنشاہ اکبر کے عہد میں ایک بے نقط تفسیر "سواطع الالہام" دو جلدوں میں لکھی جو ایک بڑا علمی کارنامہ ہے۔

یہ تفسیر مصنف کے کمال ادب عربی کا شاہد عادل ہے۔ دو برس اس کی تصنیف پر صرف ہوئے۔ ادبی صناعی کے اعتبار سے ایسی تفسیر نہ پہلے لکھی گئی تھی نہ آج تک لکھی گئی اور نہ آیندہ امید ہے۔ مستند محدثین مثل شیخ یعقوب صیرفی کشمیری کی اس پر تقاریظ ہیں۔ (تاریخ التفسیر)

خان خاناں کی اکلوتی بیٹی "جاناں بیگم" نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی۔ جس پر اکبر نے اسے پچاس ہزار دینار انعام دیئے تھے۔ (مسلمانوں کا نظام تعلیم)

شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء بیگم خاندان مغلیہ کی خواتین میں سب سے زیادہ علم دوست تھی اس کے حکم سے ملا شفیع الدین اور ملا عنایت احمد نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھ کر اس کو "زیب التفاسیر" کے نام سے موسوم کیا اور اس خوبصورتی سے اس کو آراستہ کیا کہ شہنشاہ عالمگیر اس کو دیکھ کر پھڑک گیا۔ یہ بے نظیر قلمی نسخہ اب تک ایران کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔
(حیات زیب النساء بیگم مطبوعہ خادم التعلیم لاہور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ آثار خیر)

شیخ احمد عرف ملا جیون امیٹھوی متوفی ۱۱۳۰ھ (استاد شہنشاہ عالمگیر) نے "تفسیر احمدی" (التفسیرات الاحمدیہ فی الآیات الشرعیہ) لکھی۔

حدیث

قرآن کے بعد علوم اسلامیہ میں حدیث کا درجہ آتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے دستور العمل بنایا تھا جس کو "سنت" کہا جاتا ہے علماء کرام نے دو سو برس کی محنت اور جانفشانی کے بعد احادیث کے بیش بہا ذخیرہ کو تیار کیا اور ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی پی، ایچ، ڈی سابق پروفیسر اسلامیات کلکتہ یونیورسٹی کے الفاظ میں احادیث کے سلسلہ میں مسلمانوں نے جس غیر معمولی سرگرمی کا ثبوت دیا دنیا کی علمی تاریخ اس کی نظیر سے خالی ہے۔ اس کا نظام اسناد جیسے انہوں نے احادیث کے سلسلہ میں قائم کیا اور اسماء الرجال پر وہ وسیع لٹریچر جو انہوں نے احادیث کے باقاعدہ اور ناقدانہ مطالعہ کی غرض سے فراہم کیا، ان کی وہ کتابیں جن میں صحیح اور موضوع حدیثوں کے چھانٹنے کے لئے موضوعات سے بحث کی گئی ہے، یہ سب آج بھی دنیا کی علمی تاریخ میں مثال ہے۔

تدوین احادیث کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک حدیث کے سننے اور تصدیق کرنے کی غرض سے دور دراز سفر کرتے اور دنیائے اسلام کا ایک ایک گوشہ چھان مارتے۔ پروفیسر مارگولیتھ جیسا متعصب مستشرق بھی لکھتا ہے کہ:-

"مسلمان اپنے علم حدیث پر جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔"
(عرب ہسٹورین ص ۳)

مشہور انگریز مسلمان اور مستشرق محمد مارڈیوک پکتھال تحریر فرماتے ہیں کہ

"احادیث کے جمع کرنے والوں نے جو کچھ سنا اسے جانچا اور پرکھا اور ایسی روایتوں کو رد کر دیا جو ان کے معیار پر پوری نہ اترتی تھیں۔ پہلے جمع کرنے والوں کے کام کو بعد میں آنے والوں نے پرکھا اور جانچا، ہر حدیث کے لئے اسناد بیان کی گئیں۔ اور اگر کسی حدیث کی تائید میں کوئی خامی پائی گئی تو اسے ضعیف قرار دیا گیا۔"

مستشرق گولڈزیہر لکھتا ہے کہ:-

"دنیائے اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اندلس وسط ایشیا تک حدیث کے یہ جفاکش اور نہ تھکنے والے گشت کرتے اور ہر مقام سے اپنے لئے حدیثیں جمع کرتے رہے۔ حدیثیں مختلف صوبوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک ایک حدیث مستند شکل میں جمع کرنے کا یہی تنہا ممکن طریقہ تھا۔ الرجال بالجوال کا معزز لقب ان سیاحوں کے لئے لفظی ہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور طواف الاقلیم کے لقب میں ان کے لئے کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ ان میں بعض ایسے تھے، جنہوں نے تمام مشرق و مغرب میں چار مرتبہ سفر کیا تھا۔ ان تمام ملکوں میں ان کے سفر کی غرض مناظر دیکھنا یا تجربہ حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ان کا مقصد ان مقامات میں محدثین سے ملنا اور ہر ایک سے حدیث سننا اور مستفید ہونا تھا۔ موجودہ مجموعہ کی شکل میں حدیث کی تدوین پہلی صدی ہجری کے آخر میں شروع ہوئی اور اس کے بعد تیزی کے ساتھ ہوئی۔ یہاں تک کہ تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی حدیث اور متعلقات حدیث پر تقریباً تمام مستند اور اہم کتابیں لکھ دی گئیں۔ تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ محدثین تمام رواۃ کے حالات بھی دریافت کر کے ان کی حیثیات پر نقد و تبصرہ کرتے گئے اور احادیث کی جرح و تعدیل کے لئے ان رواۃ کے حالات پر ایک وسیع لٹریچر تیار کیا اور موضوعات پر ایک ضخیم دفتر مکمل کر دیا اور جرح و تعدیل کے لئے بہت سے فنون قائم کئے۔"

سب سے زیادہ احادیث رسولؐ کے بیان کرنے والے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۹ھ) ہیں۔ آپ کی بیان کردہ روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو کے لگ بھگ تھی جنہوں نے آپ کی روایت کردہ احادیث قلمبند کیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متوفاۃ ۵۸ھ سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی بھی بڑی تعداد تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ سے دو ہزار چھ سو ساٹھ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما متوفی ۷۴ھ سے ایک ہزار چھ سو تیس حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ آپ اپنے سامنے لوگوں کو حدیث لکھوایا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۸ھ سے ایک ہزار پانچ سو چھ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک متوفی ۹۳ھ سے ایک ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں پہنچی ہیں۔

ہر تابعی اپنے علم و استعداد کے بقدر علم حدیث میں دخل رکھتا تھا، لیکن ان میں سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، سالم بن عبداللہ بن عمر، طاؤس بن کیسان، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، نافع، علقمہ، ابن قیس، قتادہ بن دعامہ سدوسی، مجاہد بن جبیر، محمد بن سیرین، محمد بن مسلم زہری، محمد بن منکدر، مکحول شامی بڑے بڑے محدث تھے۔ ان کی روایات پر حدیث کا مدار تھا (تاریخ اسلام)

امام شعبی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک سو پچاس صحابہ سے حدیث سنی۔ ان ہی امام شعبی کے سلسلۂ تلامذہ میں امام اعظم ابو حنیفہ سب سے زیادہ نامور ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دَور کی بہت کم کتابیں ہم تک پہنچی ہیں۔ اور اس لئے چند ہی محدّث اور فقہاء کا ہمیں علم ہوا ہے ان میں دو یعنی حسن البصری (م سنہ ۱۱۰ھ) اور ابن شہاب الزہری (وفات ۱۲۴ھ) زیادہ مشہور ہیں۔ حسن بصری روایتِ حدیث میں نہایت بلند مرتبہ مانے جاتے ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ کی اکثر مذہبی تحریکات امام حسن بصری تک پہنچ جاتی ہیں۔

(تاریخ ملتِ عربی از فلپ کے ہٹی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (سنہ ۹۹ھ تا سنہ ۱۰۱ھ) نے اپنے دَورِ خلافت میں حدیث کی تدوین اور اشاعت میں خاص حصّہ لیا اور یہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے والیوں اور عالموں کو احادیث نبویؐ کی تلاش کی ہدایت فرمائی اور آپ کی کوششوں سے احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے بصرہ میں احادیث جمع کیں۔

خلیفہ ابو جعفر عبداللہ المنصور (۱۳۶۔ ۱۵۸ھ) نے بھی حدیث کی طرف خاص توجہ کی۔ اسے اس بات کا خیال ہوا کہ صحابہ کرام کی وفات کے بعد علم حدیث فنا نہ ہو جائے اس لئے اس نے حضرت امام مالک بن انس متوفی سنہ ۱۷۹ھ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ احادیث نبویؐ کا ایک مجموعہ مرتب کریں چنانچہ انہوں نے کتاب "موطا" تصنیف کی۔ گویا منصور کے عہد میں باضابطہ احادیث کی تدوین کا انتظام ہوا۔

محدثین میں سب سے زیادہ مستند اور معتبر حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ امام بخاری: (ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری) متوفی سنہ ۲۵۶ھ ہے۔ آپ نے چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر "صحیح بخاری" مرتب کی۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن پاک کے بعد اس کا نام لیا جاتا ہے۔

۲۔ امام مسلم: (ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری) متوفی سنہ ۲۶۱ھ۔ آپ نے تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کرکے "صحیح مسلم" لکھی۔

۳۔ امام ابن ماجہ (ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی) متوفی سنہ ۲۷۳ھ۔ آپ نے چار لاکھ حدیثیں جمع کر کے "سنن ابن ماجہ" ترتیب دی۔

۴۔ امام ابوداؤد (ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی) متوفی سنہ ۲۷۵ھ۔ آپ نے پانچ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر "سنن ابی داؤد" بنائی۔

۵۔ امام ترمذی (ابو عیسٰی احمد بن عیسٰی الترمذی) متوفی سنہ ۲۷۹ھ۔ آپ نے "جامع ترمذی" میں ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں جمع کیں۔

۶۔ امام نسائیؒ (ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی) متوفی سنہ ۳۰۳ھ آپ نے "سنن نسائی" مرتب کی جس میں ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں جمع کی گئیں۔

کتبِ احادیث میں مندرجہ بالا چھ مجموعوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے انہیں "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے۔

ابو ذکریا یحییٰ ابن معین (متوفی ۲۳۳ھ) مشہور محدثین میں سے ہیں اور اپنے وقت کے امام ہوتے ہیں، چھ لاکھ حدیثیں اپنے قلم سے لکھیں۔

ابن انباری (ابوبکر محمد بن محمد ابن انباری) متوفی سنہ ۳۲۸ھ علم حدیث میں بڑے پایہ کے عالم گذرے ہیں۔ "غریب الحدیث" نامی ایک کتاب آپ کی تصنیف ہے جو ۴۵ ہزار صفحات پر لکھی گئی تھی۔

حافظ بغدادی علی بن عمر دارقطنی متوفی سنہ ۳۸۵ھ نے احادیث جمع کیں جو "سنن دارقطنی" کے نام سے مشہور ہے۔ احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۵۸ھ نے "سنن الکبیر" مرتب کی۔

ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد کی فن حدیث شریف کی ایک کتاب ان کی اچھی کتابوں میں سے ہے۔ صحابہؓ کے اسماء گرامی کو حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا۔ اس میں ایک ہزار تین سو سے زیادہ صحابیوں کا ذکر کیا اور ہر ایک صحابی کی روایت کردہ حدیث درج کی ہے۔ (نفح الطیب)

"امام رضی الدین حسن بن محمد صنعانی" (لاہوری متوفی سنہ ۶۵۰ھ بغداد) کی تالیف "مشارق الانوار" حدیث کی نہایت مشہور و معروف کتاب مانی جاتی ہے۔ دسویں صدی ہجری تک اس کتاب کی ۲۴/۲۵ شرحیں اور حواشی ایسے لکھے جا چکے تھے جو بجائے خود مستقل اور بلندپایہ کتابیں ہیں۔

(تاریخ ہند کتاب دوم۔ سید ہاشمی)

یہ مشہور و معروف کتاب علامہ نے خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے لئے لکھی جس کے صلہ میں آپ کو خلعت عطا ہوا۔ (آبِ کوثر)

محمود غزنوی کے حملے سے قبل سندھ بھی علم حدیث کا مرکز تھا۔ اور یہاں ممتاز علماء پیدا ہوئے۔

بیت المقدس کے عرب سیّاح عالم ابوالقاسم جو سلطان محمود کی فتوحات سے پچیس سال پہلے سندھ میں آئے تھے، اہلِ سندھ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"واکثرھم اصحاب حدیث"

علامہ سمعانی نے متعدد محدثین اور علماء کا ذکر کیا ہے جو سندھ کے مختلف شہروں میں تھے۔ (آبِ کوثر)

برصغیر ہند و پاکستان میں فن حدیث علامہ محمد طاہر فتنی بمبئی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ کے ذریعہ آیا اور یہاں کے علماء نے اس طرف خاص توجہ کی اور فن حدیث کی خدمت اور اس کی عام نشر یح میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔

علامہ رشید رضا مصری کا بیان ہے کہ "اگر علوم حدیث کے ساتھ ہمارے ہندوستانی علماء کی توجہ اس زمانے میں مبذول نہ ہوتی تو اسلامی مشرقی علاقوں سے اس علم کا خاتمہ ہو جاتا کیونکہ مصر، شام، عراق، حجاز سب ہی دسویں ہجری سے چودھویں صدی تک ضعف کمال کو پہنچ گئے تھے۔"

مشہور شیعہ محدّث محمد بن یعقوب کلینی متوفی سنہ ۳۲۹ھ کی حدیث میں اہم تالیف "کافی" ہے۔

مجمع بحارالانوار، حدیث میں موضوعات کے علاوہ محمد بن طاہر پٹنی گجرات نے وہ لاجواب کتاب لکھی جس کی تمام دنیائے اسلام آج تک ممنون احسان ہے۔

(گجرات کی تمدنی تاریخ ص: ۱۷۶)

حدیث غیروں کی نظر میں

مسلمان ماہرین ادب ائمہ فن علماء و فضلاء

ارشاد ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ۔ بڑی برکت والی ہے وہ ذات، تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات۔ کون سی ذات؟ اَلَّذِیْٓ۔ وہ ذاتِ عظیم، اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ جس نے چلایا اپنے بندے کو، سیر کرائی اپنے بندے کو، لَیْلًا۔ رات کے کچھ حصے میں، مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، عزت والی مسجد سے لے کر، اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا، دُور والی مسجد تک ——

یہ پہلی آیت کے ایک حصے کا تھوڑا سا ترجمہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ —— سُبْحٰنَ کا کلمہ قرآن مجید کے کئی معنوں کے لئے آیا ہے، ایک تو یہ معنٰی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی پاکیزگی بیان کی جائے۔ شرک وغیرہ کی نفی کر دی جائے۔ وہاں پر بھی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کیا جائے۔ بندہ سبحان اللہ پڑھے، اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے اللہ کی ہیبت اور سطوت کا جواب دینے کے لئے سبحان اللہ پڑھے —— سبحان اللہ، سبحان اللہ جتنی کثرت سے پڑھا جائے، اللہ تعالےٰ کے غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے، خدا کے قہر کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور قرب سے نوازتا ہے۔

میرے بھائیو! ہم یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کر لیتے ہیں کبھی اللہ توفیق عطا کرتا ہے، اللہ عطا کرتا ہی رہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں چھوٹی نہیں ہیں۔ دیکھئے اب لفظ سبحان اللہ کتنا عظیم لفظ ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (یونس ۱۰) اہل جنت کی تین کلامیں ہونگی سلام۔ سبحانک اللّٰھم اور الحمد للہ رب العٰلمین تو دیکھئے سبحانک اللّٰھم، اللہ کی پاکیزگی۔ الحمد للہ رب العالمین، اللہ کی حمد و ثنا۔ اور جب سلام پھیرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔ السلام علیکم، السلام علیکم۔ اب دیکھئے جو بھائی ہم میں سے نماز پڑھتے ہیں وہ ان تینوں عبادتوں کو جمع کرتے ہیں۔ تینوں عبادتیں ہماری کون سی ہیں؟ —— سبحانک اللّٰھم۔ دوسری عبادت کون سی ہے؟ الحمد للہ رب العٰلمین اور تیسری عبادت کون سی ہے؟ سلام۔ اب دیکھئے، جب ایک بھائی مسلمان نماز پڑھتا ہے تو نماز پڑھنے سے پہلے نیت باندھتے ہیں، پھر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ ہاتھ باندھ کر ہم سب سے پہلے کیا پڑھتے ہیں۔ سبحانک اللّٰھم و بحمدک۔ تو جنت کی بات ہو گئی کہ نہ ہو گئی؟ پھر کیا پڑھتے ہیں؟ الحمد للہ رب العٰلمین۔ اللہ کی حمد و ثناء اور پھر جب نماز ختم کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں —— السلام علیکم و رحمۃ اللہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ —— معلوم یہی ہوا کہ نمازی جب تک نماز میں ہے وہ جنت میں ہے۔ اسی کو امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔ جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ —— میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اللہ ہم سب کو نماز کا پابند بنائے، اللہ ہماری نمازوں کو قبول فرمائے۔

میں عرض کر رہا تھا سُبْحٰنَ کے لفظ پر کہ سبحان الذی، لفظِ سبحان، ایک تو آتا ہے انسان کا اپنے عجز کا اعتراف کرنے کے لئے، جب بندہ یہ کہے۔ اور دوسرا آتا ہے تعجب کے معنے میں اور تیسرا آتا ہے نفی شرک وغیرہ کی کہ بھائی! دیکھو فلاں فلاں چیز کے ہونے پر تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ آگے آ رہا ہے مسئلہ اسرار کا۔ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس جسدِ اطہر کو، اسی جسم کے ساتھ انہی کپڑوں کے ساتھ، زمین سے آسمان تک، آسمان سے بھی آگے وراء الوراء کی سیر کرائی تھوڑی سی دیر میں۔ کاش! آج وہ لوگ ہوتے جنہوں نے آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے معراج کا انکار کر دیا تھا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ انکار کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک وجہ انکار کی یہ بھی ہو سکتی ہے۔ وَلَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ ؕ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (یونس ۳۹) فرمایا کچھ لوگ قرآن مجید کو نہیں مانتے۔ قرآن مجید کو نعوذ باللہ عقل میں نہیں لاتے، قرآن کی باتوں کی غلط تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔ کیوں؟ لَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ (یونس ۳۹) ابھی تک ان کے سامنے اس کی حقیقت نہیں کھلی۔ تو آج سے پچاس سال پہلے کے مفسرین میں سے کچھ ایسے مفسر بھی گذرے ہیں کہ انہوں نے کہا معراج کچھ بھی نہیں ہوا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک گوشت پوست والا انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اسی بدن کے ساتھ انہی کپڑوں کے ساتھ، مکے سے پرواز کرے، اور وہ پہنچے بیت المقدس، اور وہاں سے پرواز کرے، وہ آسمانوں کو، سبع طباق کو پھاڑتا ہوا، کرّہ ناری کو، کرّہ ہوائی کو پھاڑ کر کہاں سے کہاں پہنچے اور پھر اتنی دیر میں واپس بھی تشریف لے آئے اور کہہ دے کہ میں نے ساری کائنات دیکھی، یہ نہیں ہو سکتا۔ "مسلمان" کہلانے والوں نے کہا۔ اب ہوتے، دیکھتے، ہو سکتا ہے کہ نہیں ہو سکتا؟ راکٹ کہاں کہاں پھر رہے ہیں؟ یہ ساری کی ساری باتیں دلیل ہیں اسلام کی عظمت کی، اسلام کی صداقت کی۔ آج سائنس کے جتنے انکشافات ہیں یہ سب قرآن مجید کی صداقت کی دلیل ہیں۔ قرآن مجید نے

باقی صـ۱۵ پر

نام : قطب الدین احمد المدعو بہ شاہ ولی اللہ دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ)
سلسلۂ نسب : والد کی طرف سے سیدنا فاروق اعظم رض اور والدہ کی جانب سے حضرت موسیٰ کاظم تک۔ یعنی آپ والد کی طرف سے فاروقی اور والدہ کی جانب سے فاطمی تھے۔
والد کا نام اور تعارف : شیخ عبدالرحیم دہلوی رح بن شیخ وجیہہ الدین العمری رح —— شیخ عبدالرحیم رح بہت بلند پایہ حنفی فقیہ، نقشبندی، صوفی اور خدارسیدہ حکیم اور الٰہیات کے ماہر تھے۔ آپ حافظ عبداللہ اکبرآبادی رح کے مرید تھے جو شیخ آدم بنوری رح کے خلیفہ تھے اور شیخ آدم بنوری رح حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ شیخ عبدالرحیم رح نے ایک موقع پر سلطان اورنگ زیب عالمگیر رح کے مشہور مجموعہ قوانین —— (فتاویٰ عالمگیری) —— کی تالیف میں بھی حصہ لیا تھا۔ علماء کی تعلیم کے لئے آپ نے دہلی میں ایک مدرسہ بنام "مدرسہ رحیمیہ" جاری کیا ہوا تھا۔

سرزمینِ ہند میں معاشی انقلاب کے پہلے داعی شاہ ولی اللہ دہلوی رح

آپ نے حالات کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کا کیا پروگرام پیش کیا؟

آپ کے افکار و نظریات ○ آپ کے فلسفیانہ خیالات پر ایک نظر!!

تحریر —— محمد مقبول عالم بی، اے

★ ★

پیدائش بروز چار شنبہ ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۲۱ر فروری ۱۷۰۳ء۔
یہ بارھویں صدی ہجری اور اٹھارہویں صدی عیسوی کی ابتدا تھی۔ اس صدی سے تاریخ عالم میں ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔

تعارف آپ اس نئے دَور کے فاتح (افتتاح کرنے والے) اور مجدد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود بھی اپنے متعلق فرماتے ہیں :-
"نعمتِ عظمیٰ بریں ضعیف آنست کہ اُو را خلعت فاتحیت دادہ اند و فتحِ دَورۂ بازپسیں بر دستِ وے کردہ اند" (الجزء اللطیف)
یعنی اس بندۂ ضعیف پر خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ اسے فاتحیت کا خلعت پہنایا گیا ہے اور آنے والے دَور کا افتتاح اس کے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔
اُن کے ایک ہمعصر بزرگ حضرت مرزا محمد مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ شہادت دیتے ہیں کہ :-
"حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند و دَر تحقیقِ اسرارِ معارف و غوامضِ علوم طرزِ خاص دارند۔ با ایں ہمہ علوم و کمالات از علمار ربانی اند۔ مثل ایشاں در محققانِ صوفیہ کہ جامع اند در علمِ ظاہر و باطن و علمِ نو بیان کردہ اند چند کس گذشتہ باشند" (کلمات طیبات)

یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے (تصوف کا) نیا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور وہ خداشناسی کے راز کھولنے اور علوم کی باریکیاں بیان کرنے میں خاص طرز کے مالک ہیں علومِ ظاہری میں مہارتِ تامہ رکھنے کے ساتھ ہی شاہ صاحب علمائے ربانی میں سے ہیں۔ محقق صوفیاء میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے ماہر ہوں اور جنہوں نے علم کے راز بیان کرنے میں نئی طرز اختیار کی ہو ایسے چند ہی بزرگ گذرے ہیں۔
نواب صدیق حسن خان رح فرماتے ہیں :-
"اگر وجودِ او در صدرِ اول و در زمانہ ماضی مے بود، امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ مے شد۔"
یعنی اگر شاہ ولی اللہ رح تاریخ اسلام کے پہلے دَور میں ہوتے تو امام الائمہ (اماموں کے امام) اور مجتہدین کے سرتاج شمار ہوتے۔
مولانا شبلی نعمانی رح فرماتے ہیں :-
"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل و دماغ پیدا ہوگا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں جب کہ اسلام کا نفس واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ رح جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔" (تاریخ علم الکلام)

دَورِ زندگی

آپ کا دَورِ زندگی مغلیہ سلطنت کے دس بادشاہوں کا زمانہ تھا۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رح کی وفات (۱۷۰۷ء) سے چار سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں فوت ہوئے۔
ان دس بادشاہوں کے نام یہ ہیں :-

۱۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر	۲۔ بہادر شاہ اوّل
۳۔ معز الدین جہاندار شاہ	۴۔ فرخ سیر
۵۔ رفیع الدرجات	۶۔ رفیع الدولہ
۷۔ محمد شاہ	۸۔ احمد شاہ
۹۔ عالمگیر ثانی	۱۰۔ شاہ عالم ثانی

یہ بڑا افراتفری کا وقت تھا۔ مغلیہ حکومت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اِدھر غیر مسلم قومیں مرہٹے، سکھ وغیرہ سر اٹھا رہی تھیں اور اُدھر یورپی طاقتیں۔ انگریز، فرانسیسی وغیرہ۔ حملہ آور ہو رہی تھیں۔ تاریخ برعظیم میں مسلمانوں کے لئے یہ بڑا نازک دَور تھا۔ پرانی بساط اُٹھ رہی تھی اور نیا نظام آ رہا تھا۔ ویسے بھی اٹھارھویں صدی عیسوی سے تاریخ عالم میں نئے دَور کا آغاز ہو رہا تھا جس میں مشین کی ایجاد، بادشاہت کی جگہ قومی جمہوریتوں کا قیام اور سائنسی علوم کی ترقی سے انقلاب عظیم برپا ہونے والا تھا۔ سوال یہ تھا کہ ان حالات میں اسلام کو کیسے غالب کیا

جائے گا اور نئے مسائل کو کیسے حل کیا جائے گا؟ عنایت الٰہی نے اس کا جواب "امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" کی صورت میں پیش کیا اور اُن کے ہاتھوں کتاب و سنت اور تاریخ اسلام کے نمونے کے دَور۔ خیر القرون۔ کی روشنی میں ایک ایسا فلسفہ مدوّن فرمایا جو اس نئے دَور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حالاتِ زندگی

۱۷۰۳ء - پیدائش

۱۷۰۸ء - پانچ سال کی عمر میں تعلیم کی ابتدا کی۔

۱۷۱۰ء - سات سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا۔

۱۷۱۷ء - چودہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی۔

۱۷۱۸ء - پندرہ سال کی عمر میں تمام عقلی و دینی علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ کے اشغالِ تصوّف میں مصروف ہوگئے۔

۱۷۱۹ء - سولہ برس کی عمر میں والد صاحبؒ فوت ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد مدرسۂ رحیمیہ میں مسندِ تدریس پر بیٹھے۔ (اسی سال سلطان محمد شاہ تختِ دہلی پر متمکن ہوا)

۱۷۳۰ء - عمر ۲۷ سال۔ بارہ سال مدرسہ رحیمیہ میں علماء کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور دینی و عقلی علوم پڑھاتے رہے۔ ملکی حالات کا بھی نہایت گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ پھر فریضۂ حج کی بجاآوری کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔

۱۷۳۱ء - عمر ۲۸ سال۔ حج سے مشرف ہونے کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ شیخ ابو طاہرؒ وغیرہ مشائخ حرمین سے حدیث کی سند لی اور روضۂ اقدس سے بے شمار فیوضات حاصل کئے جنہیں انہوں نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں جمع کر دیا ہے۔ ان ایام میں اسلامی ممالک کا بھی جائزہ لیا یہ دیکھنے کے لئے کہ اپنی انقلابی تحریک کہاں سے شروع کی جائے۔

شب جمعہ ۱۲ ذیقعد ۱۱۴۴ھ مطابق ۵ مئی ۱۷۳۱ء مکہ مکرمہ میں ایک الہامی خواب دیکھا جس میں انہیں "قائم الزمان" کے نام سے پکارا گیا۔ یعنی انہیں اس دَور میں نظام خیر پیدا کرنے کا واسطہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس خواب میں اُن سے فَكُّ كُلِّ نِظَامٍ (تمام بوسیدہ نظاموں کو توڑ دو) کا انقلابی اعلان کرایا گیا۔ اس خواب میں ایک کافر راجہ سے لڑائی کا نقشہ بھی دیکھا جس کا ظہور بعد میں مرہٹوں کے ساتھ جنگ پانی پت سوم (۱۷۶۱ء) کی صورت میں ہوا۔ اسی تاریخ یعنی ۵ مئی ۱۷۳۱ء سے آپ نے اپنی انقلابی تحریک کی بنیاد رکھی اور فیصلہ کیا کہ انقلابی تحریک دہلی سے شروع کریں گے۔

۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ بروز جمعہ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۷۳۲ء آپ دہلی واپس تشریف لائے۔ اور مختلف مقامات پر تحریک کی شاخیں قائم کیں۔

۱۷۳۷ء - قرآن کریم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔

۱۷۳۸ء - فارسی ترجمہ قرآن حکیم بنام "فتح الرحمٰن" مکمل ہوا اور عوام کی تربیت کے لئے قرآن حکیم کا درس جاری کیا۔ اس کے بعد بیشمار کتابیں تصنیف کیں۔

جنوری **۱۷۶۱ء** - حضرت شاہ صاحب برعظیم میں مغلوں کے بعد اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ مرہٹوں کی مخالفِ اسلام بڑھتی ہوئی طاقت سے اس مقصد کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا۔ مرہٹے چاہتے تھے کہ تختِ دہلی پر قبضہ کر کے ہندو راج قائم کر دیں۔ اس لئے شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی والی افغانستان کو دعوتِ جہاد دی۔ اور مقامی امراء کو بھی اپنی فوجی طاقت میدان میں لانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ پانی پت کی تیسری جنگ لڑی گئی۔ جس میں مرہٹوں کو شکست ہوئی اور ان کا ہندو راج قائم کرنے کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

وفات آپ نے ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۷۶۲ء کو وفات پائی اور تاریخ وفات "او بود امام اعظم دین" ہوئی۔ (۱۱۷۶)

علمی کارنامے ، سلسلۂ تصانیف

۱- فتح الرحمٰن - ترجمہ فارسی قرآن حکیم مع حواشی۔

۲- فوز الکبیر فی اصول التفسیر - قرآن حکیم کی تفسیر کے اصول اس کی معنوی مشکلات دور کرنے کے لئے۔

۳- فتح الخبیر - قرآن حکیم کے مشکل الفاظ کی تشریح اور حروفِ مقطعات کی توجیہہ۔ قرآن مجید کے سمجھنے کی راہ میں لفظی مشکلات دور کرنے کے لئے۔

۴- المسوّٰی - مؤطا امام مالکؒ، حدیث کی سب سے پہلی اور درجہ اوّل کی کتاب کی عربی میں تشریح۔

۵- المصفّٰی - مؤطا امام مالکؒ کی فارسی میں تشریح۔

۶- بدور بازغہ - شریعت اسلامیہ کا فلسفہ عقلی رنگ میں۔ انسان کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی زندگی پر سیر حاصل تبصرہ۔

۷- حجۃ اللہ البالغہ - شریعت اسلامیہ کا فلسفہ دینی اندازِ فکر میں۔ انسان کی معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی زندگی پر حکیمانہ تبصرہ۔ (دو جلدیں)

۸- خیر کثیر - فلسفۂ کائنات - خدا، انسان اور کائنات کے باہمی ربط پر حکیمانہ بحث۔

۹- تفہیماتِ الٰہیہ - تصوف کے متعلق مختلف الہامی افکار کا مجموعہ (۲ جلدیں)

۱۰- تاویل الاحادیث - سلسلۂ انبیاء اور اقوام سابقہ کی نفسی تاریخ (PSYCHOLOGICAL HISTORY) اور اس کا فلسفہ۔

۱۱- ازالۃ الخفا - اسلامی تاریخ کے نمونے کے دَور - خلافتِ راشدہ کی تاریخ اور اس کا فلسفہ - قانون سازی اور شورادی حکومت کا مکمل نقشہ۔

۱۲- ہمعات - تصوف کی تاریخ اور اس کا فلسفہ۔

۱۳- سطعات - تجلیاتِ الٰہیہ اور کائنات میں تدبیر الٰہی کا بیان۔

۱۴- الطاف القدس - فلسفہ نفسیاتِ انسانیہ اور تصوّف کے اصول کی تشریح۔

۱۵- الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ - صوفیاء کے "طریقوں" کی تفصیل۔

۱۶- القول الجمیل - تصوف کے اوراد اور اشتغال کا بیان۔

۱۷- انفاس العارفین - اپنے بزرگوں کے حالات۔

۱۸- فیوض الحرمین - حرمین الشریفین میں جو روحانی فیوض حاصل ہوئے ان

کا بیان۔

فلسفۂ ولی اللّٰہی کے تین بڑے موضوع

۱۔ انسان انسان بحیثیت فرد اور انسان بحیثیت اجتماع۔ اس میں نفسیات، اخلاقیات، تصوّف، عمرانیات، معاشیات، سیاسیات وغیرہ جملہ علوم انسانیہ پر بحث کی گئی ہے۔

۲۔ کائنات اس میں کائنات کی تخلیق اور اس کی تدبیر و تسخیر کے متعلق فلسفۂ عالیہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اسلام کا تصورِ کائنات واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کائنات کا خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق اور رابطہ ہے۔

۳۔ الٰہیات اس میں تجلیات الٰہیہ پر بحث کی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کس طرح تجلیات کے ذریعے اس مادی اور غیر مادی کائنات اور عالمِ انسانیت میں تصرف کر رہا ہے اور کائنات اور انسان کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

فلسفہ ولی اللّٰہی کی امتیازی خصوصیات

۱۔ ملوکیت، استبدادیت، برہمنیت اور سرمایہ داری جیسی لعنتوں کا خاتمہ

۲۔ معاشرہ انسانی کو صدق و عدل جیسے قرآنی اصولوں پر تعمیر کرنا۔

۳۔ معاشرے میں متوسط معیارِ زندگی (رفاہیت متوسطہ) قائم کرنا۔ عیاشی (رفاہیت بالغہ)۔ اور پست معیارِ زندگی (رفاہیت ناقصہ) کو ختم کرنا، دولت کی ناہموار تقسیم روکنا اور تمام افراد معاشرہ کی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کا اسلامی ریاست کو ذمہ دار قرار دینا۔

۴۔ زمین پر حق ملکیت کے بجائے کاشت کار کو خود کاشت کے لئے بقدر ضرورت زمین پر حق انتفاع (RIGHT OF EXPLOITATION) دینا۔ جاگیرداری اور مزارعت وغیرہ ختم کرنا۔

۵۔ انسانی تمدن کی چار منزلیں (ارتفاقات) ہیں۔ یعنی:۔

ا۔ دیہاتی زندگی (ارتفاق اوّل)

ب۔ شہری زندگی (ارتفاق دوم)

ج۔ قومی زندگی (ارتفاق سوم)

د۔ بین الاقوامی زندگی (ارتفاق چہارم)

ان منزلوں کی تفصیلات کی علمی اور اسلامی اصولوں کے مطابق ایسی تشریح کی ہے جس سے نئے دَور کے تقاضے کامیابی کے ساتھ پورے کئے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے افکار زمانہ جدید سے بھی آگے معلوم ہوتے ہیں۔

۶۔ اخلاق انسانیہ کو علم کی نہیں بلکہ ماحول کی پیداوار قرار دینا یعنی انسان کی اخلاقی و روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی ماحول عادلانہ ہو۔ گویا ماحول کی اصلاح انسان کی اخلاقی و روحانی ترقی کے لئے شرطِ اوّل کا حکم رکھتی ہے۔

۷۔ اصلاح معاشرہ کے لئے ارتقائی (EVOLUTIONARY) کے بجائے انقلابی (REVOLUTIONARY) طریقہ اختیار کیا جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ایک واضح فکر متعین کیا جائے۔ پھر اس فکر کی نشر و اشاعت کر کے جماعت پیدا کی جائے اور وہ جماعت ایک خاص پروگرام کے ماتحت اس فکر کو جاگیر کرنے کے لئے جدّ و جہد کرے اور جہاد و قتال سے کام لے۔

۸۔ انسان کی اخلاقی و روحانی ترقی کا انحصار چار اخلاق کے حصول پر ہے۔ جو انسانیت کے بنیادی اخلاق ہیں۔ اور تمام شرائع الٰہیہ کا مقصود یہی چار اخلاق رہے ہیں۔ نیز شریعتِ اسلامیہ کے سارے احکام کا مقصود بھی یہی ہیں۔ اور اب ان اخلاق کے حصول کے لئے شریعتِ اسلامیہ کے احکام موزوں ترین ذریعہ ہیں۔ وہ چار اخلاق حسب ذیل ہیں:۔

ا۔ طہارت یعنی پاکیزگی اور صفائی۔ اس میں بدن، لباس اور ماحول کی صفائی اور باطن کی پاکیزگی سب شامل ہیں۔

ب۔ اِخبات یعنی اپنے عجز اور اللہ تعالےٰ کی عظمت کا اظہار اور سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرنا اور اس کے حکموں پر خوشی سے چلنا۔

ج۔ سماحت یعنی سیر چشمی اور فیاضی۔ دنیا کے سامانوں سے فائدہ اٹھانا لیکن ان کی محبت میں گم نہ ہو جانا۔ نیز جسم کی ادنیٰ خواہشوں پر انسانیت کے اعلیٰ تقاضوں کو غالب رکھنا۔

د۔ عدالت یعنی عدل و اعتدال۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر انصاف کرنا۔ ہر ایک کا حق ادا کرنا، ہر ایک کی خدمت کرنا۔ اور زندگی گذارنے میں اعتدال پر قائم رہنا۔

۹۔ انسان کی معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے حسبِ ذیل خصائص انسانیہ کو ترقی دینا ضروری ہے۔ یہ خصائص حیوانات میں نہیں پائے جاتے:۔

۱۔ عقل انسانی کا استعمال۔ انسان عقل سے سوچتا ہے اور سوچ بچار کے نتیجے جمع کرتا ہے۔ اس سے علوم (SCIENCES) پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ آلات کا استعمال۔ انسان آلات کا استعمال کرتا ہے۔ اور اس طرح اپنی مشکلات آسان کرتا ہے۔ آلات کے استعمال سے "صنعتیں" (INDUSTRIES) پیدا ہوتی ہیں۔ اور ایسی مشینیں تیار کی جاتی ہیں جن کی مدد سے تھوڑی محنت اور تھوڑے وقت میں بڑے بڑے نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔

۳۔ اجتماع کا استعمال۔ انسان بڑے بڑے کام سرانجام دینے اور ملکی نظام چلانے کے لئے دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر اجتماع پیدا کرتا ہے۔

۴۔ حُبّ جمال یا نفاست پسندی۔ انسان حیوانات کی طرح محض ضرورت ہی پوری نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ صفائی، لذت اور خوبصورتی کا بھی خیال رکھتا ہے۔

۵۔ رائے کلی یا رفاہِ عام۔ حیوان محض اپنے فائدے اور غرض کے لئے کام کرتے ہیں۔ لیکن انسان ایسے کام بھی کرتا ہے جن سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

۶۔ مادۂ ایجاد و تقلید۔ انسان اپنی مشکلات کو آسان کرنے کے لئے عقل سے سوچتا ہے اور آلات و اجتماع کے استعمال سے ایجادات کرتا ہے یا دوسروں کی ایجادات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

۱۰۔ انسان کی سعادت اس بات میں ہے کہ اس کا روحانی پہلو (ملکیت) اس کے حیوانی پہلو (بہیمیت) پر غالب رہے۔ اور اس کی حیوانی خواہشات روحانی پہلو کے تابع رہیں۔

۱۱۔ تمام امورِ دینیہ کی صحت کا معیار یہ ہے کہ وہ "نقل" یا علوم منقولہ یعنی قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔ اور "عقلِ انسانی" اور کشفِ صحیح" کی تائید بھی انہیں حاصل ہو اور یہ تینوں (نقل، عقل اور کشف) ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کریں۔

۱۲۔ قرآن حکیم اسلام کا قانون اساسی

ہے۔ اور اس کا اعجاز فصاحت و بلاغت کے علاوہ اس کی "حکمت" ہے۔ حدیث قرآن ہی سے مستنبط اور اس کی تشریح و تفصیل ہے اس سے الگ نہیں ہے فقہ قرآن و حدیث دونوں سے مستنبط ہے اور یہ معاشرے کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے۔ اس کی حیثیت قانون کے مقابلے میں تمہیدی قوانین (BY-LAWS) کی ہے۔ تصوف قرآن حکیم کے تزکیہ نفس اور تکمیل ذات کا تربیتی نصاب ہے۔ یہ بھی معاشرے کی اصلاح کے لئے ناگزیر ہے۔ اس طرح حدیث، فقہ اور تصوف قرآن ہی کی ذیلی شاخیں ہیں اور دین کی اصل صرف قرآن ہے۔

۱۳- تمام کتب حدیث میں مؤطا امام مالک فائق اور مقدم ہے یعنی یہ باقی کتب حدیث، بخاری، مسلم وغیرہ کی اصل و اساس ہے اور وہ کتابیں گویا اس کی شرحیں ہیں۔ فقہ کے تمام مذاہب کی اصل بنیاد بھی مؤطا امام مالک ہے۔ اس انکشاف کا فائدہ یہ ہے کہ آگے چل کر جب عرب اور غیر عرب ممالک کے لئے مشترک قانون سازی کی ضرورت ہوگی تو مؤطا امام مالک ہی بنیاد کا کام دے گی۔

۱۴- تمام معاشی و معاشرتی امور کی صحت کا معیار یہ ہے کہ وہ حسب ذیل اصولوں کے مطابق ہوں۔

۱- تجربہ صحیحہ (SCIENTIFIC EXPERIENCE)
۲- اخلاق فاضلہ (HIGH MORALITY)
۳- رفاہ عامہ کے اصول (SOCIAL VALUES)
۴- حسن معاشرت (GOOD BEHAVIOUR)
۵- حسن مشارکت (SOCIAL CONTRACT)
۶- نفاست اور خوبصورتی (DECENCY)
۷- تشاور (COUNSEL)
۸- تعاون (CO-OPERATION)
۹- اشتراک علم اور مال، ہیں بقدر ضرورت (ASSOCIATION IN KNOWLEDGE & WEALTH ACCORDING TO NEED)

۱۵- ترقی اموال کے وہ تمام ذرائع جو تعاون اور اشتراک کی روح سے خالی ہوں۔ یا ان میں بظاہر تعاون ہو لیکن ان کی تہ میں تعاون کی موت پوشیدہ ہو اور ان میں ایسی رضامندی ہو جس میں جبر پایا جائے، وہ اجتماعی زندگی کے اصول کے لحاظ سے باطل اور گناہ ہیں جیسے جوا، سٹہ، سود، رشوت وغیرہ یا مزدور کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے کارخانے کے منافع میں شریک نہ کرنا بلکہ معمولی اجرت دے کر ٹال دینا۔ نیز نفع حاصل کرنے کے تمام ناجائز ذریعے بھی ممنوع ہیں جیسے زیادہ نفع کمانے کی خاطر غلہ وغیرہ روکنا یا دھوکہ دے کر نفع حاصل کرنا یا حد سے زیادہ نفع لینا یا ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ۔

۱۶- انفرادی ملکیت اس حد تک جائز ہے کہ وہ مفاد عامہ کے خلاف نہ ہو۔ اجتماعی مفادات سے تصادم ہو تو اجتماعی مفادات فائق رہیں گے۔

۱۷- معاشرہ انسانی کے لئے بنیادی پیشے چار ہیں:۔

۱- زراعت (۲) مویشی پالنا (۳) صنعت و حرفت اور (۴) تجارت۔

البتہ جب حکومت قائم ہوتی ہے تو اسے چلانے کے لئے معاونین کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وقت حکومت کی ملازمت بھی ایک مستقل پیشہ بن جاتی ہے۔ پیشوں کی تقسیم بھی سوسائٹی میں ضرورت کے مطابق ہونی چاہئے۔ اور ان میں توازن ہونا چاہئے۔ البتہ ایسے پیشے ممنوع ہوں گے جو عیاشی پیدا کرنے والے، اخلاق خراب کرنے والے اور خدا سے غافل کرنے والے ہوں۔

۱۸- مسلمان کی زندگی کا مقصد وحید یہ ہے کہ وہ اسلام کے عادلانہ نظام کو معاشرے میں قائم کرے اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ وہ حق کی اشاعت اور اس کے نفاذ اور باطل کو دبانے اور اس کا نفاذ روکنے کے لئے نشر و اشاعت کرتا رہے اور بوقت ضرورت قتال سے بھی کام لے۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک یہ سب کام نیکی کے بہترین اعمال شمار ہوتے ہیں۔

۱۹- "امام" یا "حاکم" ایک فرد انسانی نہیں بلکہ وہ مرکزی ادارہ ہے جو مختلف طبقات کے درمیان وحدت قائم رکھتا ہے اور اس وحدت سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ان کے حصول کا اہتمام و انتظام کرتا ہے۔

۲۰- ملک کا مرکزی نظام عوام کی خدمت اور فائدے کے لئے ہے، نہ کہ عوام اس نظام کے لئے۔ اس لئے کسی قسم کا استبداد جائز نہیں۔ ہر نظام پر مصلحت کلیہ (عام لوگوں کی بھلائی) حاکم ہونی چاہئے۔

۲۱- قومی حکومت چلانے کی تین شکلیں ہیں:۔

۱- پنچایت۔

۲- ایک پیشے کے لوگوں کا اپنے چودھری کے ماتحت رہنا۔ یہ گلڈزم کی شکل ہے۔ اور

۳- اجتماع عقلا و ماہرین خصوصی یعنی پارلیمنٹ۔

۲۲- ٹیکس ہلکے ہوں اور ملازمین حکومت بقدر ضرورت۔ حکومت کے سربراہ اور کارندے سادہ زندگی بسر کریں، عیاشی سے پرہیز کریں۔

۲۳- اگر معاشرۂ انسانی میں معاشی عدم توازن پیدا ہو جائے تو اسے قوت کے ذریعے دُور کر کے منصفانہ اور عادلانہ اصولوں پر نیا نظام قائم کرنا ضروری ہوگا۔ تاکہ لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے کی فرصت اور مہلت مل سکے۔ اسلام کے ابتدائی دَور میں رومی اور ایرانی ملوکیتوں کو ختم کر کے قرآنی نظام اسی نظریے کے تحت قائم کیا گیا تھا۔

۲۴- جب قومی حکومتیں قائم ہو جائیں تو پھر بین الاقوامی نظام کی ضرورت پیش آتی ہے جو مختلف ریاستوں کے درمیان نظم و ضبط رکھ سکے اور ان کے جھگڑے مٹا سکے۔ یہ بین الاقوامی نظام ایک طرف خدا شناسی کے اصول پر عمل کرے اور دوسری طرف صحیح معاشی اصول پر قائم ہو۔ قرآن حکیم ایسے ہی عادلانہ نظام کا داعی ہے۔ اور قرآنی اصولوں پر قائم ہونے والی جماعت کا نصب العین اسی قسم کے بین الاقوامی نظام کی تعمیر ہے۔ اس کی شکل یہ ہوگی کہ ہر قوم یہ نظام اپنے اپنے اندر نافذ کر کے ایک بین الاقوامی مرکز کے ساتھ وابستہ ہو جائے گی، جس میں قرآن ہی کا عادلانہ قانون فائق ہوگا۔

۲۵- تمام مادی اشیاء کی اصل مادہ ہے اور مادہ کی اصل قوتِ مثالی ہے جو غیر مادی چیز ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ یعنی قوتِ مثالی منجمد ہو کر مادہ بن جاتی ہے اور مادہ پھٹ کر پھر قوت

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

کہا تمہارے سارے کے سارے اعمال محفوظ ہوتے ہیں، تمہارے اقوال محفوظ ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ چھوڑو جی! یہ آواز کیا ہے؟ یہ تو حرکت ہے، فضا، ہوا ہے، ہوا کو کون کنٹرول کر سکتا ہے؟ اب میری آواز کنٹرول ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس لئے فرمایا تو کیا سمجھتا ہے؟ میں تیرے سارے اعمال پر کنٹرول کرتا ہوں۔ قیامت کے دن تیرے اعمال میرے سامنے پیش ہوں گے میری کتاب جب کھلے گی۔ سورتِ کہف میں فرمایا۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سُبحان کہنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک شبہے کو دُور فرمایا کہ دیکھو میرے یہ بندے بِعَبْدِهٖ، میرے یہ بندے، عبدِ خاص، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا میں ابھی ذکر کرنے والا ہوں کہ اُن کو میں نے رات کے تھوڑے سے حصے میں ساری کائنات کی سیر کرائی۔ دیکھنا، کہیں مغالطے میں نہ پڑ جانا۔ یہ میرے عبد ہیں، یہاں پہنچ کے بھی میرے عبد ہی ہیں۔ میرے ساتھ، میری ذات میں نہ شریک ہو سکے نہ میری صفات میں شریک ہو سکے، الوہیت میری اپنی ہے۔ میں کسی کو آسمانوں پر لے جاؤں، کسی کو جنت دکھا دوں، ساری کائنات کا مشاہدہ کرا دوں، اُس کے ہاتھ میں مٹی کو سونا کر دوں، اُس کی لاٹھی سے سمندر خشک ہو جاتے، اُس کے سامنے آگ کو میں گلزار کر دوں، وہ فضاؤں کو حکم دے تو جھک جائیں، ہواؤں کو حکم دے تو جھک جائیں، پہاڑ لرز جائیں، لیکن یاد رکھنا وہ میرا بندہ ہی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ دیکھنا، دھوکے میں نہ پڑنا، اس کو میری ذات میں شریک مت ٹھہرانا، اس کو میری صفات میں مت شریک کرنا۔ خدا خدا ہے، بندہ بندہ ہے۔ مقامات ہیں، عظمتیں ہیں، شرافتیں ہیں لیکن سب عطیہ کس کے ہیں؟ رب العالمین کے۔

میرے بزرگو! جہاں کہیں آپ دیکھیں گے مقام بیان ہو رہا ہے نبی کی عظمت کا، ولایت کا، مقام بیان ہو رہا ہے اللہ کے نیک بندوں کا تو ساتھ ہی عبدیت موجود ہے۔ دیکھئے، یہاں پر کیا فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ عبدیت یہاں بھی موجود ہے۔ اور سورت نجم میں کیا فرمایا۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی۔ وہاں پر جبکہ سبع طباق سے آگے جاتے ہیں۔۔۔ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے آپؐ نکل جاتے ہیں، جہاں پر کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکی۔ مخلوقات کی تین ہی تو قسمیں ہیں۔ ناری ہیں، نوری ہیں یا خاکی ہیں۔ ناری جنات، نوری فرشتے، خاکی ہم سب۔ ساری کائنات خاکی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کے بعد وہ وجود جو نوری ہے۔ نور کا خاصہ ہے کہ ہر چیز میں داخل ہو سکتا ہے۔ لطیف ہے، نور کیا ہے؟ لطیف ہے سب اشیاء سے، تو وہاں نوری نے کیا کہا؟ وہ نوری کہتا ہے بات سنئے حضرتؐ! اللہ کے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو بس یہیں ختم ہو گیا۔ اگر میں ایک انچ بھی اوپر جاؤں تو جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا۔ ع

فروغِ تجلّی بسوزد پرم

یہ جلالِ الٰہی کے جو انوار ہیں میرے پروں کو جلا دیں گے۔ اب آپؐ جائیں، آپؐ کا رب جانے۔ چنانچہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ نور کا ایک عظیم دریا ہے جس میں میرا وجودِ اطہر غوطے کھا رہا تھا، میں اُس میں اپنی زندگی کے سارے مدارج طے کر رہا تھا تو بتائیے وہاں پر بھی پھر کیا ہوا؟ قرآن مجید نے فرمایا۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۝ وہاں پر بھی مقامِ عبدیت نہیں گیا۔ اور بھئی! ہم کلمۂ شہادت کیا پڑھتے ہیں؟ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

عبدیت کو مقدم کیا رسول پر بھی۔ کہ عجز و انکسار یہ ہے کہ اتنے بڑے مقام کے مالک ہو کر، یاد رکھیں ہمارا عقیدہ ہے، اس کائنات میں کسی بھی مخلوق کو اللہ کے بعد جو مقام حاصل ہے، وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن عبدیت ساتھ ساتھ ہے۔ تو ہم کلمۂ شہادت میں بھی تو یہی پڑھتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یہاں پر سبحان الذی فرما کر اس شبہے کو زائل کر دیا اور تعجب کا اظہار بھی ہے، تم اس کو تعجب سمجھتے ہو، عجیب سمجھتے ہو، اس کو عجیب مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے سارے کام ہی عجیب ہیں، کوئی بندہ بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کاموں پر قادر نہیں۔

ارشاد فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ ۔۔۔ تمام عیوب سے، تمام نقائص سے پاک ہے وہ ذات، اَلَّذِیْ، وہ ذاتِ عظیم، اَسْرٰی، جس نے سیر کرائی، سفر کرایا بِعَبْدِهٖ، اپنے بندے خاص (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو، لَیْلًا رات کے کچھ حصے میں، لَیْلًا پر تنوین التقلیل ہے۔ رات کے کچھ حصے ہیں، مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، عزت والی مسجد سے لے کر، اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی، وہ جو دُور والی مسجد ہے، جسے ہم بیت المقدس کہتے ہیں یا جسے ہم بیت المعمور کہہ سکتے ہیں اس مسجد تک جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی، وہ ذاتِ عظیم تمام صفات کی مالک ہے اور وہ ذاتِ عظیم تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: مسلمانوں کے علمی کارنامے

نے تو حدیث کی جامعیت، فصاحت، بلاغت، ہمہ گیری اور محاسن تعلیم ہی کو بیان کیا ہے اور بہت کچھ تعریفیں لکھی ہیں۔ لیکن احادیث ختم المرسلین کے غیر مسلم علماء و محققین بھی مداح ہیں۔

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن رقمطراز ہے۔

"ہر ایک بانی کی سیرت سے اس کی تحریر مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثیں امبر حق کی جامع نصیحتیں اور ان کے افعال مجسم نیکی کے نمونے ہیں۔"

مشہور روسی فیلوسوف ٹالسٹائی نے اپنے ملک و قوم کی اصلاح کے لئے احادیث کا انتخاب کرکے ترجمہ شائع کیا۔

مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔

بامنتگمر نے ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور حدیث کے رائج ہیں ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا۔

(تاریخ الحدیث از صارم الازہری)

بقیہ: اسلامی تعلیمات

جانوروں کے ساتھ نیکی کرو ـــــ اور اس کی تشریح خود یہ فرمائی کہ اسے تیز چھری سے ذبح کرو تاکہ اسے تکلیف نہ ہو اور جان آسانی سے نکل جائے۔

احسان کا ایک پہلو یہ ہے کہ کسی کو اس کے واجب حق سے زیادہ دیا جائے۔ مثلاً مزدور سے جس قدر مزدوری طے کی ہو اس کے کام یا غربت سے متاثر ہوکر طے شدہ اجرت سے کچھ زیادہ اسے دیا جائے۔ یہ ایسی نیکی ہے کہ محفوظرا کرنے سے انسان دوسرے کا دل موہ لیتا ہے اور اپنے احسان کا گرویدہ بھی بنا لیتا ہے۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ تم دوسروں سے حسن سلوک کرو، جیسا کہ خود تم پر اللہ کریم نے احسان کئے ہیں ـــــ اس بارے میں ہم مختصر سی گفتگو نقل کرتے ہیں یہ گفتگو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ایک صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

ابوذر غفاریؓ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کے ساتھ کوئی عمل بتایئے؟

آنحضرتؐ: جو روزی خدا نے دی ہے تم دوسروں کو دو۔

ابوذر غفاریؓ: اگر خود ہی غریب ہو تو؟

آنحضرتؐ: اپنی زبان سے اچھی بات کہو۔

ابوذر غفاریؓ: اگر زبان سے مجبور ہو تو؟

آنحضرتؐ: مغلوب اور مظلوم کی مدد کرو۔

ابوذر غفاریؓ: اگر کمزور ہو مدد نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے؟

آنحضرتؐ: جس کا کام کوئی نہ کرتا ہو تم اس کا کام کرو۔

تو بچو! یہ ہیں بنیادی عقائد کی چند اصطلاحات۔ انشاء اللہ چند ایک اگلی مجلس میں عرض کروں گی۔ دعا کرو۔ خداوندکریم ہمیں نیک کام کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: پہلا خطبہ سلطنت

اس طرح آپ نے ان تمام لوگوں کو معاف فرما دیا جو آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ دشمنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے جس عفو عام کا مظاہرہ فرمایا دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کا یہ بے نظیر عفو و ترحم ہی تھا جس نے آپ کے شدید دشمنوں کے دلوں کو بھی موہ لیا اور وہ پرانی عداوتیں بھول کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے جس عفو عام کا مظاہرہ فرمایا دُنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ایک مستشرق مسٹر جیلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان عفو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مکہ فتح ہونے کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عام معافی دے دی۔ عفو اور احسان کی یہ اپنی قسم کی واحد مثال ہے۔ اس کے بالمقابل ۱۰۹۹ء میں جب صلیبیوں نے بیت المقدس کو فتح کیا تو انہوں نے ستر ہزار مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ فتح مکہ اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑائیاں سیاسی نوعیت کی نہیں تھیں بلکہ محض دینی جنگیں تھیں۔ جن میں وہ خونریزیاں جو دوسری لڑائیوں کا خاصہ ہوتی ہیں بالکل مفقود تھیں۔ جب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی فتح نصیب ہوئی آپ نے مفتوحین سے انتہائی نیک سلوک کیا اور اُن سے احسان اور عفو کا معاملہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

مولانا سید اسعد مدنی کیساتھ چند روز

خدام الدین میں ایک معلومات افزا تاریخی مضمون قسط وار شائع کیا جا رہا تھا۔ انتخابات کی گہماگہمی اور دیگر ضروری مضامین کی وجہ سے سلسلہ اشاعت ملتوی کر دیا گیا۔

مختلف ملکی اور غیر ملکی احباب نے "سلسلہ مضمون" کے التوا پر بذریعہ خطوط اصرار کیا کہ اسے مکمل کیا جائے۔

عنوان بالا کے تحت شائع ہونے والا معلوماتی مضمون خدام الدین کی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔ انشاء اللہ یہ مضمون اب تواتر کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

بچوں کے لئے

اسلامی تعلیمات

"بیگم" قاضی غلام سرور عزیز، کھاریاں

شرک

توحید کی ضد شرک، اللہ پاک کو ایک نہ ماننا، اس کی ذات و صفات یا قدرتوں میں کسی کو شریک یعنی برابر کرنا۔ حق تعالیٰ کی ایک ادنیٰ سی قدرت میں کسی کو حصے دار بنانا شرک ہے۔ شرک کرنے والے کو "مشرک" کہتے ہیں۔ یعنی وہ شخص جو کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا مدمقابل سمجھے۔ اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ جانے۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ سورۃ لقمٰن میں آتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ یقیناً شرک سب سے بڑا جرم ہے ــــ مشرکوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ میں شرک کو کبھی نہیں بخشوں گا۔ اور جس کو چاہے گا بخشش دے گا (سورۃ نساء ۱۷) شرک کوئی معمولی جرم نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور اس سے غداری کے برابر ہے۔ اس کی مخلوق ہوتے ہوئے کسی اور سے دل لگانا، بخشش مانگنا، صحت کی طلب کرنا، مشکل آسان کرانا، مزاروں اور قبروں سے جا جا کے مرادیں مانگنا بہت بڑی خطا ہے۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ اس کی ممانعت آئی ہے۔

شرک کی تین صورتیں ہیں:۔

۱۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک سمجھ لینا۔

۲۔ کسی اور کو اللہ کی صفات میں برابر کر لینا۔

۳۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں حصہ دار ٹھہرانا یہ سب شرک ہے۔

عدل و احسان

بچو! عدل کے معنی ہیں دو چیزوں کو برابر کرنا یا برابر برابر تقسیم کرنا۔ "انصاف" بھی اسی کو کہتے ہیں۔ جو شخص انصاف سے کام لے اور کسی سے ناانصافی نہ کرے اسے "عادل" کہتے ہیں۔ عدل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور عادل اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے بھی ایک نام ہے۔ جو شخص عدل و انصاف سے کام لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کے نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (سورۃ نحل ۹۰) اللہ تعالیٰ انصاف اور نیکی کا حکم دیتے ہیں ــــ ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (سورۃ نساء ۵۸) جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو ــــ جو شخص انصاف سے کام نہیں لیتا وہ ظالم ہے اور ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بدترین گناہ ہے یہ ایسا جرم ہے جس کی سزا بہت سخت ہے جس کے متعلق بار بار قرآن مجید میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ــــ کسی کا حق مار لینا یا کسی کا حق چھین لینا بھی ظلم ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے دریافت کیا کہ مظلوم کی امداد سمجھ میں آ گئی مگر ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔ فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے باز رکھنا اس کی مدد کرنا ہے۔ اپنی برادری میں انصاف کرنا آسان ہوتا ہے لیکن جب غیروں اور دشمنوں سے واسطہ پڑے اس وقت اچھے اچھے لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (سورۃ مائدہ ۸) "کسی قوم کی دشمنی اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو (نہیں) تم انصاف کرو کہ یہ پرہیزگاری اور خدا خوفی کے نزدیک تر ہے۔"

سردارِ دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف دور و نزدیک مشہور تھا۔ اپنے تو اپنے ان کے پاس دوسرے مذہب والے بھی اپنے جھگڑے لے کر آتے۔ آپ حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے۔ آپ کے عدل کی وجہ سے دونوں فریق خوش ہو جاتے۔

احسان

بچو! احسان کے معنی اچھے نتیجوں کی خواہش کرنا یعنی نیکی کرنا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ "اور نیکی کرو، اللہ کریم نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ یہ وہ عمل ہے جو اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے اور بندوں کے اندر بھی مقبول ہے۔ ہر کوئی نیکی کرنے والے کی عزت کرتا ہے۔ اور سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے۔ نیکی کرنے والے کو "محسن" کہتے ہیں۔

احسان کے معنی میں ہر قسم کی نیکی شامل ہے۔ مثلاً بات چیت میں اچھائی کا خیال رکھنا بھی احسان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (بقرہ ۸۳) "لوگوں سے بات کرو تو اچھے طریقے سے کرو"۔ اسی طرح فرمایا۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ "اور ماں باپ سے نیکی کرو"۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یوں فرمائی احسان یہ ہے کہ جب تو عبادت کرے تو اس احساس سے کرے کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں تک کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا اَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ ذبح کئے جانے والے

(باقی ص۱۵ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۹/۷۹۰-۲-۵۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک

پاکستان میں

سالانہ ہدیہ ۱۶---۰۰

ششماہی " ۸---۰۰

سہ ماہی " ۴---۰۰

انگلینڈ میں

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ۴۸---۰۰

بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ۳۶---۰۰

سعودی عرب

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ۴۸---۰۰

بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ۲۴---۰۰

پیر ورز پرنٹرز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔